امتِ مسلمہ کی تشکیل کا بنیادی نظریہ اور اس کے محاسن

The basic idea of the formation of the Muslim Ummah and its virtues

Dr. Ghulam Hussain
Associate Professor, Islamic Studies
PMAS-Arid Agriculture University Rawalpindi
ghbaber@yahoo.com

Dr. Syed Noor ul Hassan Hashmi
Lecturer Islamic Studies, Department of Humanities
PMAS-Arid Agriculture University Rawalpindi

Abstract

In this modern world, Muslim Ummah is facing many political, economic, and social and civilization based challenges. Muslims are in troubles due to contemporary challenges prevailing in the world. Islamic Strategy is basic requirement to address that issues facing by Muslims in this contemporary world. It is not possible to encounter those problems without development of comprehensive strategy. Islam has given us basic code of conduct to develop any type of methodology for countering the challenges. In this article we will discuss very thoroughly about Islamic strategy regarding Muslim Ummah and contemporary challenges.

Key Words: contemporary world, Islamic strategy, methodology.

امتِ مسلمہ کا تصور اسلامی تعلیمات میں موجود ہے۔ قرآن و حدیث میں انتہائی جامعیت کے ساتھ امتِ مسلمہ کا تعارف اور مقاصد کا تعین کیا گیا ہے۔امتِ مسلمہ کی تعمیر اور تشکیل ایک الہامی نظریہ کی بنیاد پر ہوئی ہے۔یہ نظریہ تمام نسبتوں کے اعتبار سے ایک منفرد نظریہ ہے۔اس نظریہ میں انسانی تفریق کا کوئی پہلو موجود نہیں ہے بلکہ اس نظریہ میں احترام اور تعظیمِ انسانیت کا پہلو بدرجہ اتم موجود ہے۔رنگ، نسل، زبان، علاقہ، قوم، قبیلہ اور ذات پات کے حوالے سے بے انصافی اور عدم مساوات کا کوئی پہلو موجود نہیں ہے۔اس نظریہ میں عالمگیریت کا پہلو موجود ہے۔وقت اور جغرافیائی حدود کا کوئی پہلو اس نظریہ کی وسعت اور جامعیت کو کم نہیں کر سکتا۔اس نظریہ میں یہ قوت اور طاقت موجود ہے کہ تمام تر معاشرتی اور دیگر مسائل کو اس نظریہ کے تہذیبی اوصاف کو بنیاد بنا کر حل کیا جا سکتا ہے۔

امتِ مسلمہ کی تشکیل کا بنیادی نظریہ

امت مسلمہ کی تشکیل جس نظریہ کی بنیاد پر ہوتی ہے وہ ایک الہامی نظریہ ہے۔اس نظریہ میں انسانی تجربات اور مشاہدات کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ یہ خالص الہامی نظریہ ہے۔توحید، رسالت اور آخرت کے تصورات اس نظریہ میں اساس کے طور پر موجود ہیں۔ اور اسی اساسی نظریہ پر یقینِ کامل کامیابی کی پہلی شرط اور اولین تقاضا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o (۱)

یقیناً ایمان لانے والوں نے فلح پائی

اسی طرح اسلامی نظریۂ حیات میں اہلِ ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ زندگی کے تمام معاملات میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور پیروی کو یقینی بنائیں اور کسی بھی انحراف اور بغاوت کا مظاہرہ نہ کریں۔

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوااللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o(۲)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسولؐ کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے

اہلِ ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ زندگی کے تمام امور میں حضور (ﷺ) کی اتباع اور پیروی کو یقینی بنا کر سربلندی اور کامرانی حاصل کریں۔ امتِ مسلمہ کی تشکیل میں اساس کے طور پر موجود نظریے میں اعتدال کا پہلو بدرجہ اتم موجود ہے۔اعتدال اور میانہ روی اسلامی نظریہ حیات کی پہچان ہیں۔ قرآن مجید میں امت مسلمہ کو ”امتِ وسط“ کہا گیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط(۳)

اور اسی طرح تو ہم نے مسلمانوں کو ایک ”امت وسط“ بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو

امتِ مسلمہ ایک افضل اور خیر والی امت ہے۔ اللہ رب العزت کے تمام انوار کا مرکز بھی یہی امت ہے۔اخلاق، اعمال، عقائد اور معاملات کے اعتبار سے متوسط اور معتدل ہے۔ معیشت، معاشرت، سیاست، دین اور دنیا کے اعتبار سے اسلامی تعلیمات اعتدال اور

میانہ روی پر مبنی ہیں۔انفرادیت و اجتماعیت، مادیت، روحانیت، ثبات اور تغیرات کے حوالے سے اسلامی افکار اعتدال اور توازن کی تعلیم دیتی ہیں۔

اسلامی نظریۂ حیات میں اعتدال کے ساتھ تعظیم اور احترامِ انسانیت کا فلسفہ بھی کمال تہذیبی روایات کے ساتھ موجود ہے۔اسلامی فکر میں امن و سلامتی اور عافیت کا پہلو غالب ہے۔اساسی اعتبار سے اسلامی افکار کا تعارف امن و سلامتی سے مزین ہے۔

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (۴)

اور تمھارے لیے اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے

اسلامی نظریۂ حیات میں جامعیت کا پہلو موجود ہے۔اسلام تہذیب و تمدن کا ایک ایسا نظام مہیا کرتا ہے جس میں حیاتِ انسانی سے متعلق تمام تر مسائل کا حل اصولاً و تفصیلاً موجود ہے۔ہدایت اور رہنمائی کا کامل فکری سامان اس نظریہ میں موجود ہے۔اسلام کے نظریۂ حیات میں انسانی تحفظ کے قانونی پہلو موجود ہیں۔اسلام میں کسی طور پر اس بات کی اجازت نہیں کہ دنیا میں ظلم، فساد، بغاوت اور غیض و غضب کو رواج دیا جائے۔ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَ نَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَاالنَّاسَ جَمِيْعًا ط(۵)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخشی

اس آیتِ کریمہ میں حکم عمومی نوعیت کا ہے کہ تمام انسانیت کا تحفظ لازم ہے۔کسی کو یہ اختیار نہیں کہ بغیر کسی وجہ سے کسی غیر مسلم کو قتل کرے اور دنیا میں فساد اور ظلم کو فروغ دے۔اللہ رب العزت کو ظلم اور فساد کسی طور پر پسند نہیں۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَعَمًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ o(۶)

زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اور خدا ہی کو پکارو، خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ۔ یقینا اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے

اصلاحِ معاشرت کا معاملہ صدیوں پر مشتمل ہے۔اس میں لاکھوں انبیاء علیھم السلام، صالحین، صدیقین اور بزرگان عظام کا کردار ہے۔اسلامی نظریۂ حیات کا اہم پہلو اصلاح اور تعمیر کا ہے۔ اس لیے اسلام کسی بھی حوالے سے فساد اور تخریب کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ قانونی اور تہذیبی ضابطوں سے اصلاح کو یقینی بناتا ہے۔عدل و انصاف اسلامی فکر کا وہ کلیدی ضابطہ ہے جس سے اخوت، اتحاد اور تحفظ کا عمل قائم رہتا ہے۔معاشرتی سطح پر کسی بھی نوعیت کی بے انصافی، فساد اور بگاڑ کا ذریعہ بنتی ہے۔اس لیے اسلام فکری، معاشرتی اور تہذیبی سطح پر امن و سلامتی اور عافیت پر مبنی روایات کو بہت اہمیت دیتا ہے۔امتِ مسلمہ کی تشکیل جس نظریے کی بنیاد پر ہے اس نظریے میں اس بات کو کلیدی اہمیت دی گئی ہے کہ ہمیشہ اخوت، امن، مفاہمت اور اصلاح کو ترجیح دیجیے اور مسلمان اجتماعی قوت سے اصلاح اور تحفظ کے عمل کو یقینی بنائیں اور ظلم، جنگ اور فساد کو مٹائیں۔اس حوالے سے اسلامی تعلیمات میں واضح احکام موجود ہیں۔ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِنْ طَآ ءِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمْا ج فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ج فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ o(۷)

اور اگر اہلِ ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کروا دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

اسلامی افکار میں مفاہمت، اخوت، اتحاد اور اتفاق کے پہلو بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اسلام جنگ کے بجائے امن، اخوت اور مفاہمت کو ترجیح دیتا ہے۔ حضورؐ نے ہمیشہ مفاہمت، اخوت اور صلح کے امور کو پیش کیا ہے۔ اس حوالے سے حجرِ اسود کی تنصیب کے حوالے سے حضورؐ کی حکمتِ عملی سب سے اہم ہے۔ خون ریز تصادم کے خطرے کو ٹال کر مذہب اور باوقار طریقے کو اختیار کیا گیا۔ صلح حدیبیہ مفاہمت کی دوسری اہم مثال ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس معاہدے کو قرآن مجید میں فتح مبین (عظیم فتح) کہا گیا ہے۔ اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر عفو و درگزر اور احسان کی روایات نے اسلام کی جو روشن مثال قائم کی وہ مسلمانوں کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک ذریعہ ہدایت رہے گی۔ حضورؐ کا یہودیوں کے ساتھ معاہدہ امن (میثاقِ مدینہ)، نجران کے عیسائیوں کے ساتھ حسنِ سلوک، اہلِ طائف کے رویے پر آپ کا حسنِ سلوک پر مبنی رویہ، مشکل کے دور میں اہلِ مکہ کو امداد کی فراہمی ایسی خوبصورت مثالیں ہیں جن سے اسلامی فکر کے ان پہلوؤں کا اندازہ ہوتا ہے جس پر امتِ مسلمہ کی تشکیل کی گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جدید دور

میں ان اسلامی اساسی تصورات کی بنیاد پر اسلامی معاشرت کی تشکیل کی کوشش کی جانی چاہیے اور اسی طرح اسلامی افکار کی بنیاد پر مسلمان قوم کی تعمیر و تشکیل دینی چاہیے۔

امتِ مسلمہ کی تشکیل میں کار فرما بنیادی نظریے میں علم و حکمت، ادب و احترام، اخوت و مساوات، عدل و انصاف کے ساتھ مقصدیت اور ذمہ داری کا پہلو بھی شامل ہے۔ اسلامی نظریے میں فرد اور معاشرہ دونوں کے ذمہ دار ہونے کا تصور بدرجہ اتم موجود ہے۔ زندگی کے کسی بھی پہلو کے حوالے سے غیر ذمہ داری کا رویہ قبول نہیں کیا جاتا بلکہ قرآن عظیم الشان مین عبادالرحمن کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ ایسی مجالس سے دور رہتے ہیں جن میں لغویات کا کوئی عنصر موجود ہو۔

وَ اِذَا مَرُّوْا بِالَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا o(٨)

اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں

اسلامی نظریۂ حیات میں مقصدیت اور ذمہ داری کا پہلو غالب ہے۔ انسانی حیات سے متعلق ذمہ دارانہ رویہ اسلام کو پسند ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے پیغام میں تمام مسلمانون کو ذمہ داری اور حسنِ اعمال کی تعلیم دی تھی۔ ذمہ داری اور حسنِ اعمال سے ہی فرد اور مہذب معاشرے کی تعمیر کا عمل مکمل ہوتا ہے۔

اسلامی نظریۂ حیات میں احسان کا پہلو بھی سب سے نمایاں اور خوبصورت ہے۔ اسلام میں جہاں عدل کی تعلیم ہے وہاں پر احسان کی تعلیمات بھی موجود ہیں۔ معاشرتی اقدار و روایات میں احسان کا پہلو بہت موثر ہے۔ اس سے معاشرے میں انسانوں کے درمیان امن، اتحاد، ادب و احترام اور تعاون و اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ اس جدید دور میں جب

دنیا میں ظلم، دہشت گردی، انتہا پسندی اور تفریق نظر آتی ہے وہاں پر اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کی خوبصورت روایت "احسان" کو عملاً انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اختیار کیا جائے تاکہ مایوسی، تاریکی اور تفریق کو ختم کیا جا سکے۔احسان کے حوالے سے اسلامی احکام واضح طور پر قرآن مجید میں موجود ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ج يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ o(۹)

اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو

اسلامی نظریۂ حیات میں جہالت اور بدی کو دور کرنے کا جو اخلاقی ضابطہ متعارف کرایا گیا ہے اس میں بھی احسان اور بھلائی کے پہلو کو خاص اہمیت دی گئی ہے کہ دنیا میں جہالت اور تاریکی کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اچھے طرزِ عمل اور روایات کو پیش کیا جائے۔ارشادِ خداوندی ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ط نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ o(۱۰)

بری بات کے جواب میں ایسی بات کہیں جو اچھی ہو اور یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے

اللہ رب العزت کو عفو و درگزر اور احسان بہت پسند ہے اور اللہ اپنے بندوں میں انھی اخلاقی کمالات کو دیکھنا چاہتا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ o(۱۱)

عفو اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے دور رہیں

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا o(۱۲)

اور جاہل ان کے منہ کو آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام

اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگ بہت پسند ہیں جو سلیم الطبع اور نیک مزاج کے حامل ہوں۔ حقیقت میں احسان اور رحم ایسی اخلاقی صفات ہیں جن سے اسلامی نظریے کا معاشروں پر اثر بڑھتا ہے اور تمام انسانوں کو نفع اور فیض حاصل ہوتا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عرب معاشرے میں احسان اور رحم کے رویے کے ذریعے بہت سے مقاصد حاصل کیے۔لوگوں کے دلوں میں اسلام کی قدر و منزلت کی ایک بڑی وجہ حضورؐ کا عدل و احسان اور رحم پر مبنی رویہ ہے۔لوگوں کے ساتھ رحم کا سلوک کرنا آپؐ کے محاسنِ اخلاق کا سب سے بڑا پہلو ہے۔اللہ رب العزت نے آپ کی اس صفتِ خاص کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ o(۱۳)

دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم میں سے ہے۔تمھارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے۔تمھاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے

حضورؐ نے تمام مخلوقات کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کی تعلیم دی ہے۔حقیقت میں ہمدردی اور خیر خواہی تمام اعمال کا محرک ہے۔مخلوقِ خدا کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا اور ان کے ساتھ رحم اور عدل کا مظاہرہ اللہ کو بہت محبوب ہے۔اس لیے کہ یہ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ اسی کو محبوب سمجھتا ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا

برتاؤ کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو شفقت، نرمی اور احسان بہت پسند ہے اور آج کے دور میں جب نفرت، انتہا پسندی، بدگمانی عروج پر ہے تو اس تنگ گیر دنیا میں وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کرنا اور لوگوں کے ساتھ ادب اور نرمی سے پیش آنا بہت ضروری ہے۔اگرچہ قانون کی بالادستی کا اپنا ایک خاص اثر ہے مگر اسلامی نظریے سے وابستہ تہذیبی محاسن کے اثرات صدیوں تک قائم رہتے ہیں۔اسلامی نظریۂ حیات میں ایک خاص پہلو مقصدِ حیات کا تعین ہے۔قرآن مجید کی کئی آیات میں انسانی مقصدِ تخلیق کے ساتھ مقصدِ حیات کا ذکر جامعیت سے کیا گیا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بَاَحْسَنِ مَا كَا نُوْا يَعْمَلُوْنَ o(۱۴)

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین عمل کے مطابق بخشیں گے

اس آیتِ کریمہ میں زندگی کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اگر انسان دنیا میں اعمالِ صالحہ کو سرانجام دے گا تو اسے کامیابی اور امن و سکون میسر آئے گا۔اس آیت سے مقصدِ حیات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اگر انسان اس دنیاوی زندگی میں خوشی اور کامیابی چاہتا ہے تو اسے اعمال اور اخلاق کی دنیا میں شائستگی اور وقار کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

بامقصد زندگی گزارنے والوں کو ہمیشہ سلامتی اور سربلندی عطا وہتی ہے۔ قرآن مجید کی سورہ ابراہیم میں اللہ رب العزت نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰ مَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ ج وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ لا وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ o(١٥)

ایمان لانے والوں کو اللہ ایک قول ثابت کی بنیاد پر دینا اور آخرت دونوں میں ثبات عطا کرتا ہے اور ظالموں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے۔اللہ کو اختیار ہے جو چاہے کرے۔

جب انسان میں مقصدِ حیات کا تعین ہوتا ہے تو پھر انسان میں اعمالِ صالحہ کی تحریک جنم لیتی ہے۔ عصرِ حاضر میں یہ دیکھا گیا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے اثرات کی وجہ سے دنیا میں مادیت اور سرمائے کی مسابقت نے انسان کو اس کے مقاصدِ حیات سے دور کر دیا ہے۔انسان میں اچھے اور برے کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ حلال و حرام کی جائز اور ناجائز ذرائع کا فرق ختم ہو چکا ہے۔لالچ اور حسد نے انسان کو غافل کر دیا ہے۔ آسائش اور مادیت کی دوڑ اور لذت نے انسان کو اپنی ذمہ داریوں اور معاشرتی حقوق کی ادائیگی سے دور کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے انسانی معاشروں میں غیر فطری رویے دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ انسان ظلم اور بربریت کا مظاہرہ کر رہا ہے، بے اعتدالی عروج پر ہے۔ اخلاقی اقدار دم توڑ رہی ہیں۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سرمایہ دارانہ نظام کے غلبے میں جکڑی دنیا میں انسان کو تحفظ اور سلامتی عطا کی جائے۔ یہ سرف اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان اپنے مقصدِ تخلیق اور مقصدِ حیات کو سمجھے اور پھر مقاصد کی بنیاد پر اعمال و اخلاق ترتیب دے۔ انھی تہذیبی روایات اور محاسن کی بنیاد پر تعمیر ہونے والا انفرادی کردار ایک مثبت

اور صالح اجتماعیت کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرے گا۔ مسلمانوں کی اجتماعی قوت اس وقت قابلِ اثر ہوگی جب تعمیر کا عمل نظریاتی بنیاد پر ہوگا۔ امتِ مسلمہ کو عصرِ حاضر میں درپیش مسائل کا واحد حل اسلامی نظریہ کی بنیاد پر فرد اور معاشرے کی تشکیل کا عمل ہے۔ اس جدید دور میں امت مسلمہ مختلف النوع معاشی، معاشرتی، سیاسی اور تہذیبی مسائل کا شکار ہے۔ جہالت، افتراق، دہشت گردی، انتہا پسندی اور بے انصافی جیسے مسائل مسلمان معاشرے میں ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ تعصب اور نفرت کے کئی پہلو مسلمان معاشروں میں پروان چڑھ رہے ہیں۔ نظریاتی اساس کمزور ہو رہی ہے، معاشی بے انصافی عروج پر ہے۔ وسائل کی تقسیم کا کوئی پیمانہ نظر نہیں آتا۔ گردشِ دولت کی بجائے ارتکازِ دولت عروج پر ہے۔ معاشی بوجھ بہت زیادہ ہے۔ اکثریتی لوگ بے حسی اور غفلت کا شکار ہیں۔ کام کرنے کو عیب سمجھتے ہیں۔ معاشی جدت کی کمی ہے، جدید معاشی اداروں کی تشکیل کا عمل نظر نہیں آتا۔ غیر اخلاقی معاشی اقدار و روایات مثلاً لالچ، حسد، چور بازاری، غرور، ملاوٹ، سود، احتکار، اکتفاز، ناپ تول میں کمی بیشی، جواء بازی اور معاشی بد عنوانی عام ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی نظریۂ حیات کی بنیاد پر معاشی نظام ترتیب دیا جائے جس میں معاشی عدل اور مثبت معاشی روایات موجود ہوں۔ بچت، میانہ روی، معاشی تعاون، محنت، شراکت داری، معاشی مواقعوں کو پیدا کرنا اور معاشی میزان کو درست کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ معاشی مسائل کو حل کیا جائے۔ اس وقت امتِ مسلمہ کو جس تہذیبی چیلنجز کا سامنا ہے ان میں مغربی تہذیب کا ریت کا چیلنج سرِ فہرست ہے۔ اس مغربی سرمایہ دارانہ تہذیبی چیلنج سے نمٹنے کا واحد حل یہ ہے کہ مسلمان انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلامی

تہذیب کے محاسن کو اختیار کریں۔ یقینا اسلامی تہذیب کے محاسن کو اختیار کر کے مسلمان اجتماعی طور پر ایک مضبوط قوت میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ اسلامی تہذیب کو نظر انداز کر کے اجتماعی قوت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو گا۔ مسلمان معاشروں میں سیاسی ابتری عروج پر ہے۔ عوام الناس میں سیاسی شعور کا فقدان ہے۔ علمی اور فکری قیادت میسر نہیں۔ انسانی حقوق کی پائمالی ہر سطح پر پائی جاتی ہے۔ معاشرتی نظم کی کمی ہے، آزادیِ رائے کے حوالے سے ہر جگہ قدغن لگی ہے۔ سیاسی ماحول ابتر ہے۔ امتِ مسلمہ تہذیبی، معاشی، سیاسی اور معاشرتی چیلنجز کا مقابلہ صرف اسی صورت میں کر سکتی ہے جب تعمیرِ سیرت اور تعمیرِ معاشرت کا عملی نظریہ اور فلسفے کی بنیاد پر ہو اور وہ نظریہ الہامی نظریہ ہو۔ اسلام کی اس جدید دور میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کا بنیادی الہامی نظریہ محفوظ ہے اور جامع نوعیت کا ہے۔ اس الہامی نظریے میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق رہنمائی موجود ہے۔

حواشی:

۱۔ المومنون ۳۲: ۱

۲۔ الحجرات ۹۴: ۱

۳۔ البقرہ ۲: ۳۴۱

۴۔ المائدہ ۵: ۳

۵۔ المائدہ ۵: ۲۳

۶۔ الاعراف ۷: ۶۵

۷۔ الحجرات ۹۴: ۹

۸۔ الفرقان ۵۲: ۲۷

۹۔ النحل ۶۱: ۰۹

۱۰۔ المومنون ۳۲: ۶۹

۱۱۔ الاعراف ۷: ۹۹۱

۱۲۔ الفرقان ۵۲: ۳۶

۱۳۔ التوبہ ۹: ۸۲۱

۱۴۔ النحل ۶۱: ۷۹

۱۵۔ ابراہیم ۴۱: ۲۷